جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب۔ لاہور

قسط ۴

# علی گڈھ میں چند روز

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کا شمار برعظیم پاک و ہند کی عظیم لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ پہلے یہ لائبریری لارڈ لٹن وائسرائے ہند (۱۸۷۶ء تا ۱۸۸۰ء) کے نام کی مناسبت سے "لٹن لائبریری" کہلاتی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات کے چند سال بعد جب لائبریری کی نئی عمارت تیار ہوئی تو پنڈت جواہر لال نہرو نے اس کا افتتاح کرتے ہوئے اسے مولانا آزاد کے نام معنون کر دیا۔

اس لائبریری میں مطبوعہ کتابوں کا صحیح اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے۔ جہاں تک مخطوطات کا تعلق ہے شاید ہی بھارت کی کوئی لائبریری اس کی ہم پلہ ہوگی۔ رضا لائبریری رام پور میں عربی، فارسی اور اردو کے مخطوطات کی تعداد سترہ ہزار اور خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری بانکی پور (پٹنہ) میں پندرہ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں مخطوطات کی تعداد ان دونوں لائبریریوں کے مخطوطات کی تعداد کے برابر ہے۔

مخطوطات کا ایک مجموعہ "یونیورسٹی کلکشن" کے نام سے معروف ہے۔ اس مجموعہ میں وہ نوادرات شامل ہیں جو یونیورسٹی نے خریدے ہیں یا دوسرے ذرائع سے حاصل کئے ہیں۔ گورکھپور کے ایک صاحب ذوق رئیس سبحان اللہ نے اپنا بیش قیمت مجموعہ کتب یونیورسٹی کے سپرد کر دیا ہے۔ اس مجموعہ میں سینکڑوں نادر مخطوطات بھی ہیں۔ اسلامیہ کالج اٹاوہ کے قلمی نوادرات بھی مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ کر دئے گئے ہیں۔ سر شاہ سلیمان عبدالسلام اور شیفتہ کے کتاب خانے بھی اب آزاد لائبریری کا حصہ بن چکے ہیں۔ سب سے اہم مجموعہ مخطوطات مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) کا ہے جو ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق آزاد لائبریری کو ملا ہے۔ حبیب گنج لائبریری کے آزاد لائبریری میں شامل ہونے سے لائبریری کی مطبوعہ کتابوں اور مخطوطات میں قابلِ قدر اضافہ ہوا ہے۔

اردو ادب اور زبان کے نامور مورخ رام بابو سکسینہ کی ذاتی لائبریری، مولانا آزاد لائبریری میں شامل ہو گئی ہے۔ اسی طرح مولانا عبدالماجد دریابادی کا جمع کردہ علمی سرمایہ بھی یونیورسٹی نے ان کے ورثا سے خرید لیا ہے۔ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی اردو کتابیں مولانا آزاد لائبریری کو ملی ہیں۔ اور

عربی کتابیں دارالعلوم دیوبند کے حصہ میں آئی ہیں۔

بھارت میں آئے دن فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہتے ہیں اس لئے مسلمانوں کے جان و مال کو ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے۔ اسی خطرہ کے پیش نظر بعض اہل علم حضرات نے اپنی ذاتی لائبریریاں مسلم یونیورسٹی کو ہبہ کر دی ہیں تاکہ ان کا جمع کردہ علمی سرمایہ نذر آتش ہونے سے بچ جائے۔

لائبریری میں مخطوطات کی مائیکروفلم یا فوٹوسیٹ نقل لینے کا خاطر خواہ انتظام ہے۔ ایسے کاتب بھی مل جاتے ہیں جو پورا مخطوطہ نقل کر دیتے ہیں۔ اس لئے اہم مخطوطات کی نقول بڑی آسانی سے مل جاتی ہیں۔

پہلے مطبوعات اور پھر مخطوطات کے شعبہ میں جناب عبدالشاہد خان شروانی نے بڑی شائستہ خدمات انجام دی ہیں۔ موصوف بڑے اچھے ادیب ہیں۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کے انداز میں لکھتے ہیں۔ انہوں نے ان دونوں بزرگوں کی مکاتیب اپنے طویل دیباچہ کے ساتھ "کاروانِ خیال" کے عنوان سے شائع کی ہے۔ خان صاحب اب کبرسنی کی بنا پر ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں اور سماجی کاموں میں وقت صرف کرتے ہیں۔

آزاد لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں ایک قابل ذکر بزرگ مولوی معین الدین تھے جو اب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ مرحوم فاضل دیوبند تھے اور نوجوانی ہی میں حبیب گنج لائبریری سے منسلک ہو گئے تھے۔ مولوی صاحب ۳۰ برس تک حبیب گنج میں رہے اور ۱۹۶۰ء میں جب یہ لائبریری علی گڈھ منتقل ہوئی تو لائبریری کے ساتھ موصوف بھی علی گڈھ آ گئے اور تادم واپسیں لائبریری سے منسلک رہے۔

مولوی معین الدین کے متعدد علمی مضامین ماہنامہ برہان دہلی میں چھپ چکے ہیں انہیں اسلامی اوزان کی تحقیق کا خبط تھا اور وہ ہر وقت اسی دھن میں لگے رہتے تھے۔ وہ بھارت کے مختلف علاقوں سے طلبہ کے ذریعے جو منگواتے اور انہیں تول کر جمع تفریق کرتے رہتے۔ موصوف کہا کرتے تھے کہ مختلف علاقوں کے جو مختلف وزن کے ہوتے ہیں اس لئے یہ کہنا کہ آٹھ جو ایک رتی کے ہوتے ہیں، درست نہیں

مولوی معین الدین مرحوم کہا کرتے تھے کہ علماء کرام کے ہاں ساڑھے سات تولے سونے پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن ان کے نزدیک سونے کا نصاب ایک حساب سے تین تولے اور سات ماشے اور دوسرے حساب سے تین تولے اور ڈیڑھ ماشہ ہے۔ علمائے کرام کے نزدیک چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے ہے اور مولوی صاحب کے ہاں پچیس تولے چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اسی طرح صدقۂ فطر کے بارے میں ان کی یہ رائے تھی کہ علمائے احناف کے نزدیک پونے دو سیر گندم بطور صدقہ دینی چاہئے لیکن ان کے حساب سے صرف تیرہ چھٹانک۔ مولوی صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ علمائے کرام جس وزن کے مطابق حساب کرتے ہیں وہ آج مروج نہیں ہیں اور موجودہ اوزان کے

مطابق ان کا نصاب صحیح ہے۔ مولوی صاحب کو اپنے اس اجتہاد پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اس معاملہ میں ہر کسی سے الجھ پڑتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد دونوں ملکوں کے تعلقات کشیدہ ہوگئے اور عوام کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ میں ۱۹۷۴ء میں علی گڈھ گیا تو ان سے بھی ملا میں نے ان سے پوچھا "مولانا اوزان کے بارے میں علمائے کرام کے ساتھ آپ کا سمجھوتہ ہو گیا ہے یا نہیں" انہوں نے سرد آہ بھرتے ہوئے فرمایا "کہاں صاحب"

مولوی معین الدین کی زندگی کا بیشتر حصہ حبیب گنج میں مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کے ساتھ گذرا تھا۔ میں نے ان کے بارے میں ان سے چند سوال کئے تو مولوی صاحب فرمانے لگے کہ ایک بار مولانا ابوالکلام آزاد نے گوری چنبیلی (وہائٹ جیسمین ٹی) بھیجی۔ تو نواب صاحب نے انہیں نماز مغرب کے بعد خلاف معمول طلب فرمایا اور اپنے ساتھ چائے نوشی کا شرف بخشا۔ مولوی صاحب نے چلنے کی چسکی لے کر یہ مصرع موزوں کیا۔

بادہ نوشیم بیاد آزاد

نواب صاحب نے فوراً یہ گرہ لگائی

گشت میخانہ زیادش آباد

مولوی صاحب فرمانے لگے کہ انہیں رات بھر خلش سی رہی اور اگلی صبح انہوں نے یہ ابیات موزوں کیں۔

غنچہ نسرین دہنش چوں کشاد　　گشت میخانہ زبویش آباد

گرچہ دوریم زسرو سیمیں　　بادہ نوشیم بیاد آزاد

مولوی صاحب نے ایک ہی بیت میں "سرو" اور "آزاد" باندھ کر نواب صاحب سے داد لینا چاہی تو انہوں نے دوسرے بیت میں یہ اصلاح دی۔

گرچہ دوریم زذات والاش　　بادہ نوشیم بیاد آزاد

سرمد کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے۔

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم　　دیدم کہ باقی ست شب فتنہ باز غنودیم

مولوی معین الدین نے اس کا اردو میں یوں ترجمہ کیا ہے۔

ہستی میں عدم کی جو مچا شور کھلی آنکھ　　دیکھا کہ شب فتنہ ہے باقی تو لگی آنکھ

مولوی صاحب فارسی میں شعر کہہ لیتے تھے ان کی ایک غزل پیش خدمت ہے۔

گر شاہ ملک خوباں رنجہ کند قدم را　　پیشش نذر بسازم ہر دو عرب عجم را

در دفتر غریباں چوں من بسے نوشتہ　　بر نام من کشیدی بہر چرا قلم را

دیدم نہ در کتابی خواندم نہ در نصابی　　آموختی زکہ خس داری روا ستم را

لطفت مرا بکی بس ایں دم کہ وقت آخر     چنداں کہ بہ حریفاں ہر دم کنی کرم را

در چشم من رقیباں ریزند خاک کویت     زین کحل ہم بہ بینم راز نہاں صنم را

صد ہا کشم مصائب اما خوشم ہنوز     کفرست نزد رنداں تقرّب ہمّ و غم را

داند کہ در طریقش جرم ست عہد ایفا     اما بہ ایں تمنا گیرم نہ راہ عدم را

بادے بساز ہر دم و ز نکتہ چیں خموشی

گر بایدت معینا حاصل کنی ارم را

مولوی صاحب کے ایک برادر نسبتی اپنے حلقۂ احباب میں چھدّو کے عرف سے متعارف تھے ان کی وفات پر مولوی صاحب نے ان کی یہ تاریخ کہی۔

اونتیس تھی ستمبر شوال دس جمعہ کو     دریائے غم بہانا قسمت میں تھا ضروری

سالِ وفات چھدّو دونوں معین کہہ د     کچی لحد پہ تارے اور رحمت غفور کی

کچی لحد پہ تارے (نقطے) لگانے سے لحد پڑھا جائے گا اور کچی لحد سے ہجری سنِ وفات ۱۳۶۹ھ برآمد ہوگا اور رحمت غفوری سے شمسی سال وفات ۱۹۵۰ء نکلے گا۔

نواب حبیب الرحمٰن شروانی کی عمر قمری حساب سے چھیاسی برس اور شمسی حساب سے چوراسی برس تھی۔ مولوی معین الدین نے حزم فقیہا ستا و ثمانین — اور — اوحد بحذافیر اربع و ثمانین سے مادۂ تاریخ نکالا ہے۔

۱۹۵۰ء     ۱۳۶۹ھ

مولوی معین الدین مرحوم نے وقائع عبدالقادر خانی کا ۔ العلم و العمل کے عنوان سے اردو میں ترجمہ کیا تھا جو کراچی سے دو جلدوں میں شائع ہوچکا تھا۔

مولوی صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک روز نماز مغرب کے بعد نواب صاحب نے خلاف معمول طلب فرمایا ان کے جاتے ہی نواب صاحب کھڑے ہوگئے۔ اور فرمانے لگے "میری کرسی پر بیٹھ جائیے" مولوی صاحب ہچکچائے تو نواب صاحب نے فرمایا "میں حکم دیتا ہوں" مولوی صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ نواب صاحب نے فرمایا اگر اس حالت میں نیند آجائے تو وضو رہے گا یا نہیں؟ مولوی صاحب نے نفی میں جواب دیا۔ تو نواب صاحب فرمانے لگے۔ "پھر تو بہت سی عشاء کی نمازیں ضائع ہوگئیں"

مولوی صاحب گھر چلے گئے۔ اگلی صبح نماز اشراق کے بعد نواب صاحب نے دوبارہ مسئلہ وہی دریافت کیا مولوی صاحب کے دل میں معاً یہ خیال آیا کہ نواب صاحب تو کرسی پر بیٹھ کر تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔ اور غنودگی کے عالم میں اگر تسبیح ہاتھ سے گر جاتی ہے تو فوراً ہوشیار ہوکر تسبیح اٹھا لیتے ہیں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا

کہ اسے نوم کی بجائے نعاس کہنا چاہئے۔ اور نعاس سے وضو نہیں ہوتا۔ نواب صاحب اس جواب پر بے حد خوش ہوئے۔ مولوی صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور سجدۂ شکر بجالائے۔

اللہ بخشے مولوی صاحب ایک باغ و بہار شخصیت تھے۔

مولانا آزاد لائبریری میں ایک بار داخل ہو جائیں تو باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایسے ایسے نادر مخطوطات لائبریری میں محفوظ ہیں جن کا دوسرا نسخہ اور کہیں موجود نہیں ہے۔

مولانا فضل اللہ بن روزبہان اصفہانی (متوفی ۹۲۱ھ) شمس الدین السخاوی اور جلال الدین دوانی کے شاگرد تھے۔ ان کی ایک تصنیف "رسالہ در حقیقت و انواع حدیث قدسی" کا واحد مخطوطہ صرف مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے۔ راقم الحروف نے بتائید ایزدی اسے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے۔ حضرت شاہ عالم بخاری احمد آبادیؒ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین جہانگشت کے پڑپوتے اور سلطان محمود بیگڑھ والی گجرات کے سوتیلے والد تھے۔ ان کے ملفوظات رفیق العارفین المعروف بہ کلمات شاہیہ کا اور کوئی نسخہ میرے علم میں نہیں ہے۔ راقم الحروف نے اس مخطوطہ سے استفادہ کرکے ماضی قریب میں ایک طویل مقالہ لکھا ہے جو مجلہ "تاریخ و ثقافت" اسلام آباد میں شائع ہوا ہے۔

خواجہ باقی باللہ دہلوی کے فرزند ارجمند خواجہ عبیداللہ المعروف بہ خواجۂ کلاں کی ایک نادر تصنیف "مبلغ الرجال" کے صرف تین نسخے میرے علم میں ہیں جن میں سے ایک مولانا آزاد لائبریری میں ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے مرتب خطیب تبریزی کے استاد علامہ طیبی نے اپنے شاگرد رشید کی اس مایۂ ناز تصنیف کی جو شرح لکھی تھی وہ بھی اسی لائبریری میں دیکھنے میں آئی۔ لاہور میں سکندر لودھی کے عہد میں شیخ حسن گنجدکر المعروف بہ حسنو تیلی نام کے ایک سہروردی بزرگ ہو گذرے ہیں۔ ان کا منظوم فارسی تذکرہ مصنفہ صورت سنگھ کمبوہ بھی صرف اسی لائبریری میں محفوظ ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے خلیفہ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کے ملفوظات سرور الصدور کا مکمل نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے۔

کراچی میوزیم میں سرور الصدور کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے لیکن وہ ناقص الطرفین ہے۔ سلطان محمد بن تغلق اور صوفی حمید الدین ناگوری کے پڑپوتے شیخ فتح اللہ کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی تھی وہ بھی اسی لائبریری میں محفوظ ہے۔ حضرت محمد غوث گوالیری کی ایک تصنیف دلپذیر اوراد غوثیہ بھی اسی عظیم لائبریری میں دیکھنے میں آئی۔ شطاری سلسلۂ تصوف کی تعلیمات کے بارے میں یہ تصنیف کبریت احمر کا حکم رکھتی ہے۔ راقم الحروف نے حضرت گوالیری کے جانشین شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے بارے میں ایک کتابچہ تحریر فرمایا تھا اس میں اوراد غوثیہ کے حوالے ہی سے شطاریوں کی تعلیمات کا ذکر کیا تھا۔

شرف الدین العطائی سلطان فیروز تغلق کے ہم عصر بزرگ تھے۔ انہوں نے فوائد فیروز شاہی کے عنوان سے ایک تصنیف اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ اس کے تین نسخے میرے علم میں ہیں جن میں سے ایک مولانا آزاد لائبریری میں ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیمؒ کو خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کے فرزند ارجمند خواجہ عبیداللہ المعروف بہ خواجہ خورد سے تلمذ تھا۔ خواجہ خورد کے ملفوظات کا اہم مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہے۔

مخدوم شرف الدین بن یحییٰ منیری کے ملفوظات "معدن المعدنی" کا ایک مخطوطہ اسی لائبریری میں میری نظر سے گذرا۔ اس عہد کے سیاسی، دینی اور سماجی حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے اس تصنیف دلپذیر سے استفادہ کرنا بے حد ضروری ہے۔

حضرت کلیم اللہ شاہجہان آبادیؒ کے خلیفہ اور حضرت فخر الدین چشتیؒ کے والد بزرگوار حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کے ملفوظات "احسن الشمائل" کا مطالعہ کرنے کا موقعہ بھی اسی لائبریری میں ملا۔ یہ مخطوطہ شیفتہ کلکشن میں موجود ہے۔

شیخ وجیہہ الدین گجراتی احمد آبادی کے ملفوظات بھی اسی نادر لائبریری میں میرے مطالعہ میں آئے۔ میں نے ان سے خوب استفادہ کیا اور اپنا حاصل مطالعہ ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کر دیا ہے۔

مخدوم شاہ مینا لکھنوی کے ملفوظات طبع ہو چکے ہیں لیکن اب کمیاب ہیں ان کی زیارت بھی مولانا آزاد لائبریری میں ہوئی۔ مخدوم جہانیاں کے خلفاء میں سے حضرت اخی جمشید راجگیریؒ بڑے نامور بزرگ ہوتے ہیں۔ ان کے ملفوظات کا مخطوطہ بھی اسی لائبریری میں نظر سے گذرا۔

اگر کوئی تاریخ دان برعظیم پاک وہند میں مسلم دور کے سیاسی معتقدات، مذہبی رجحانات اور سماجی حالات کی صحیح تاریخ مرتب کرنا چاہے تو اس کے لئے اس لائبریری سے استفادہ کرنا بے حد ضروری ہے۔

لائبریری کا ایک بڑا کمرہ جواہر میوزیم کے نام سے معروف ہے۔ اس کمرے میں خطاطی کے بہترین نمونے نادر قلمی تصاویر اور دوسرے نوادرات نمائش کے لئے رکھے ہوتے ہیں۔ سر سید احمد خان کی تصانیف کے مسودات اور ان کے استعمال کی کئی چیزیں وہاں محفوظ ہیں۔

سر سید احمد خان کی رہائش گاہ جو ان کے اعلیٰ ذوق تعمیر اور رئیسانہ طرز زندگی کی غمازی کرتی تھی زمین بوس ہو چکی تھی۔ مقبوضہ کشمیر کے سابق وزیر اعلیٰ بخشی غلام محمد نے اپنی حکومت کی طرف سے اسے از سر نو پرانے نقشے کے مطابق بنوا دیا ہے۔ یہ عمارت سر سید ہاؤس کے نام سے موسوم ہے۔ سنا ہے کہ اب سر سید احمد خان کا ذاتی فرنیچر اور گھریلو سامان وہاں منتقل کر دیا گیا ہے۔

میں اپنے احباب سے یہ کہا کرتا ہوں کہ یہاں بیٹھ کر سرسید کے کام کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔ علی گڑھ جا کر دیکھئے تو پھر یہ معلوم ہوگا کہ سرسید احمد خان کیا کارنامہ انجام دے گئے ہیں ان کے مذہبی معتقدات کی آڑ لے کر ان کے پورے کام کی نفی کرنی صحیح نہیں ہے۔

اس زمانے میں یعنی آج سے ایک صدی قبل مسلمانوں کی جو مالی حالت تھی اس کا اندازہ سرسید ہال کے جنوب مشرقی گوشے میں واقع کنوئیں پر نصب شدہ پتھر کو دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے۔ اس زمانے میں کنوئیں کی تعمیر پر چند صد روپے سے زیادہ رقم صرف نہیں ہوتی ہوگی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب مزدور کو یومیہ مزدوری دو آنے اور معمار کو پانچ چھ آنے ملا کرتی تھی۔ ایک کنواں چالیس رؤسا نے مل کر تعمیر کروایا تھا۔ انتالیس رؤسا کے نام اور القاب اس پتھر پر کندہ کروانے کے بعد آخر میں سرسید احمد خان کا نام — وخادمہم احمد لکھا ہوا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اتنے بڑے پراجیکٹ کے لئے چندہ کی فراہمی میں کس قدر محنت کرنا ہوتی تھی۔ سرسید احمد خان نے پیسہ پیسہ جمع کر کے ایک عظیم الشان علمی ادارہ قائم کر دیا جو اب ایک بین الاقوامی یونیورسٹی بن گیا ہے۔ (باقی)

بقیہ ارباب اختیار از صـ ۲۳

ایک شخص جس کے ماتحت صرف چند نوکر یا اس کے اولاد ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے اپنی اولاد کو کیا سکھایا ہے۔ ان کی تربیت کس نہج پر کی ہے۔ آج کل تو ہم اپنی اولاد کے لئے دنیوی عیش خوشی کا تمام اور ہر قسم کا سامان واسباب جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کو بہشتی زیور سے آراستہ نہیں کرتے۔ ان کو بہشتی زیور نہیں پہناتے۔ بہشتی زیور کے مسائل ان کو نہیں پڑھاتے جو کہ اخلاق صحیح عقائد واعمال کا خزینہ ہے۔ اگر آئندہ کے لئے کانٹے بنیں تو آپ کے لئے کانٹے ہوں گے اور آپ کی گردن میں چبھیں گے۔ اور اگر ان کے اعمال واخلاق نیک ہوں تو تمہاری عزت اس سے زیادہ ہوگی اور قیامت کے دن آپ کے سر پر تاج ہوگا۔

مثال کے طور پر ایک شخص کا لڑکا چوری کے کیس میں پکڑا گیا۔ تو وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے اور اس نے یہ جرم کیا ہے۔ چاہیئے کہ اس کو سزا دی جائے تاکہ اور لوگ اس سے عبرت حاصل کریں مگر وہ اس بات کی ضرور کوشش کرتا ہے کہ اپنے بیٹے کو چھڑا دے اس کی ضمانت کرے حوالات سے نکال دے۔ سزا یاب نہ ہو۔ لیکن یہ کوشش نہیں کرتا کہ یہ تو دنیاوی چند روزہ سزا ہے۔ اور آخرت کی سزا اس سے کئی گنا زیادہ ہے اگر یہ احکام خداوندی کی مخالفت کرے تو خدا اس کو اپنی گرفت میں لے گا۔ اس کے مواخذہ سے خلاصی کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بہر حال دعا فرماویں کہ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے ہم سے دین کی خدمت لے۔ ہمارے حکمرانوں کو ہدایت فرما دے کہ وہ لوگوں کو صحیح راستے پر چلائیں۔ ان کو ظلم وستم سے محفوظ رکھیں۔ اللہم احسن عاقبتنا فی الامور کلہا۔

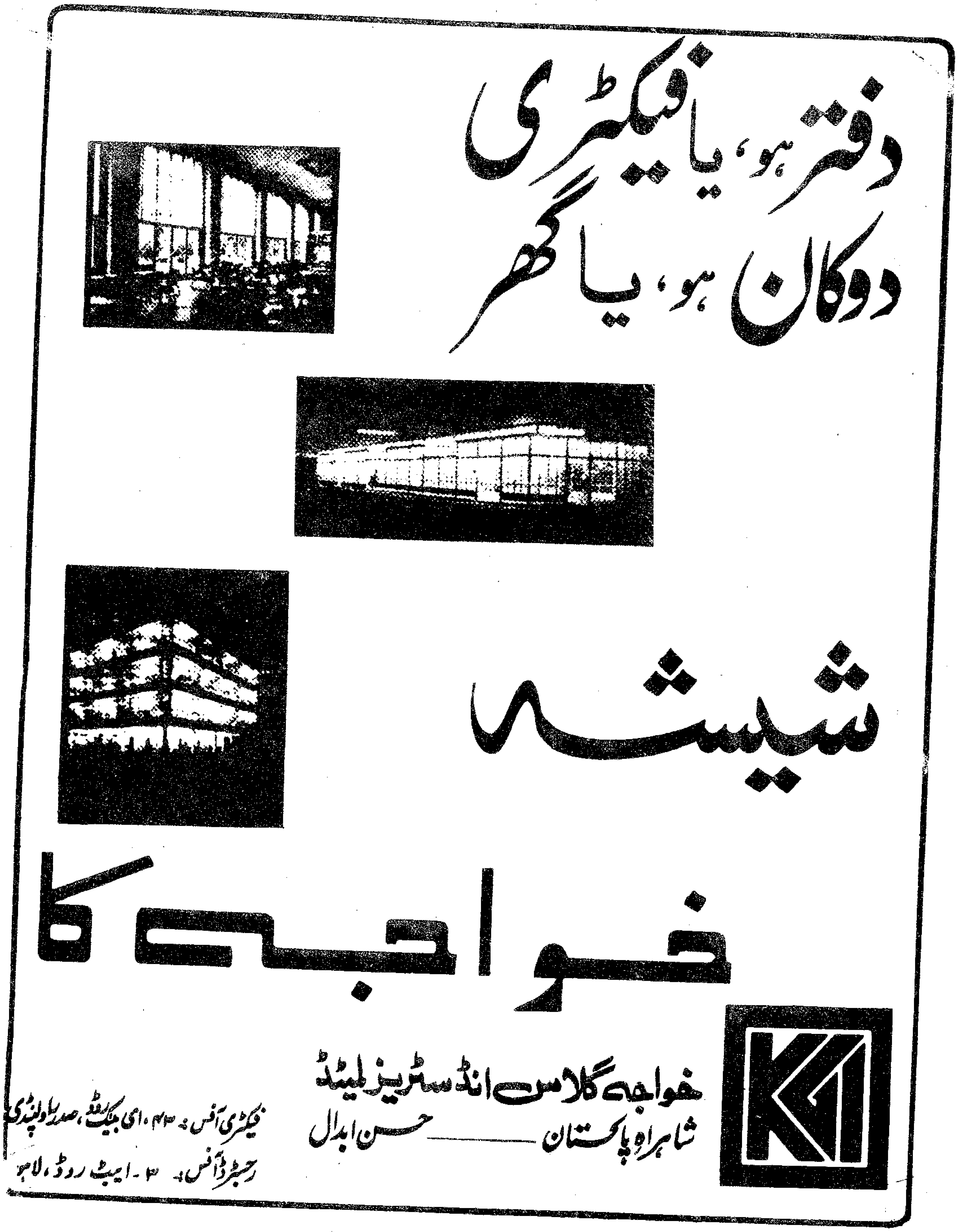
دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
KGI
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہِ پاکستان —— حسن ابدال
فیکٹری آفس: ۴۳، ای بلیک روڈ، صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس: ۳- ایبٹ روڈ، لاہور